سلسلہ: رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: پچیسویں

رسالہ نمبر 3

الشرعة البهية ۱۳۱۷ھ
فی تحدید الوصیّة

کشادہ راستہ وصیّت کی جامع ومانع تعریف کے بیان میں

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ

الشرعۃ البھیۃ فی تحدید الوصیّۃ ۱۳۱۷ھ

(کشادہ راستہ وصیّت کی جامع ومانع تعریف کے بیان میں)

مسئلہ ۱۳۵: از رنگون مکان نمبر ۸۵و۸۶ گلی نمبر ۳۱ مرسلہ شیخ عبدالعزیز سرکار ۲۵ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی رحمۃً واسعۃً فی الدنیا والآخرۃ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کے دو وطن تھے ایک قدیم اور دوسرا جدید، اور دو ہی بیویاں، ایک وطن قدیم میں شادی کرائی ہوئی، دوسری وطن جدید، اعنی شہر رنگون میں بطریق شادی مطابق شرع محمدی نکاح میں لائی ہوئی، زید نے بفضلہٖ تعالٰی رنگوں میں بہت کچھ کمایا، پھر یہیں کی کمائی سے وطن قدیم اور رنگون دونوں جگہ میں جائداد معتدبہ پیدا کی لیکن وطن قدیم تخمینا پانچ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی کل جائداد کو بحیلہ اپنے وطن قدیم کی ایک مسجد پر وقف کرنے کے جو کہ دس بارہ روپیہ ماہواری کے خرچ کی حاجت نہیں رکھتی وطن قدیم کی بی بی کی اولاد پر روک دیا اور وقف نامہ میں لکھ دیا کہ متولی اس وقف کے یہی لوگ رہیں جو کچھ مصارف مسجد سے بچے اپنے کام میں لائیں۔ رنگون کی بیوی کے بطن کی اولاد کو اس میں سے ایک حبہ نہیں دیا اور رنگونی جائداد میں سے وطن قدیم والی اولاد کو حصہ بھی دیا اور اس جائداد کے نفع سے کئی ہزار روپیہ لوگوں کو دینے کی اور پچاس روپیہ ماہواری اس مسجد وطن قدیم پر خرچ کرنے کی وصیت بھی کہ چنانچہ یہ امر نقل وصیت نامہ مرسل مع استفتاء سے بخوبی واضح ہوگا، پس چونکہ زید کی یہ وصیت رنگونی ورثہ کی مضرت یعنی حق تلفی اور وطن قدیم کے ورثہ کی منفعت کے لئے ہے، لہٰذا چند باتیں عرض کرتا ہوں:

[1]**اول:** علی مافی کتب الفقہ، موصی کو تو وصیت کرنا مستحب ہے لیکن ورثہ پر اس کا ادا کرنا واجب ہے کہ اگر نہ کریں گے تو ماخوذ ہوں گے یا کیا؟

[2]**دوم:** زید کی یہ وصیت بکیفیت وعبارت کذائیتین (اعنی مجموعہ ترکہ کے نفع سے نہ اس کے کسی جزو معین کے نفع سے اور بایں عبارت کہ اس قدر روپیہ میری تجہیز وتکفین کے لئے رکھیں اور اتنا روپیہ میرے ملک کے لئے غرباء کے لئے رکھیں) شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

[3]**سوم:** زید کے قول (اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار وکرایہ مکانات واراضی سے تمام سرکاری ومینوسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز وتکفین کے جمع رکھیں الی قولہ اور ماہ بماہ مبلغ ۵۰ روپیہ موضع سالولا میرا پاڑہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں) کاخلاصہ مضمون یہ ہے یا نہیں کہ لکڑی کی تجارت کے نفع اور مکانات واراضی کے کرایہ سے سوا مبالغ ٹیکس میونسپال وخزانہ سرکاری کے باقیماندہ مبالغ سے اتنا یوں کریں اور اتنا یوں کریں اعنی زید کا یہ قول متضمن استثنائے مبالغ معلومہ کو ہے یا نہیں؟

[4]**چہارم:** وصیت از قبیل معاملات ہے یا نہیں؟

[5]**پنجم:** برتقدیر زید کے قول مذکور کے متضمن استثنائے مبالغ معلومہ اور وصیت کے از قبیل معاملات ہونے کے جیسے کہ بقول معتبر:

لایجوز ان یبیع ثمرۃ ولیستثنی منھا ارطالا معلومۃ۔[1]	یہ جائز نہیں کہ وہ پھل فروخت کرے اور اس میں سے کچھ معین رطل مستثنٰی کرلے۔(ت)

بیع ثمرہ باستثنائے ارطال معلومہ، بوجہ احتمال عدم وجود ماسوائے ارطال مستثناۃ کے جائز نہیں ایسے ہی اس کے قیام پر بجامع تملیک وصیت دراہم باستثنائے دراہم معلومہ بوجہ مذکور نا جائز ہوگی یا نہیں؟ اور یہ امر ظاہر ہے کہ بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوا ٹیکس میونسپال وخزانہ سرکاری کے مکانات واراضی وتجارت سے وصول نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس میں بھی کمی ہوجاتی ہے۔

[6]**ششم:** زید کی یہ وصیت متضمن مضرت ہے اور بعض شارحین مشکوٰۃ شریف حدیث مرفوع ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

---

[1] الھدایۃ کتاب البیوع فصل فی دخول بناء الدار فی البیع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳ /۳۲

المخرج فی مسند الامام احمد وجامع الترمذی و سنن ابی داؤد وابن ماجۃ ان الرجل لیعمل والمراۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضرھما الموت فیضاران افی الوصیۃ فتجب لھما النار ثم قرء ابوھریرۃ من بعد وصیۃ یوصی بھا اودین غیر مضار الاٰیۃ۔[2]	جس کی تخریج مسند امام احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد میں کی گئی ہے کہ بیشک کوئی مرد اور عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالٰی کی طاعت وعبادت میں مصروف عمل رہتے ہیں، پھر انہیں موت آتی ہے تو وہ وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں چنانچہ ان کے لئے جہنم واجب ہوجاتی ہے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: "میت کی وصیت یاقرض نکالنے کے بعد رانحالیکہ اس وصیت میں وہ نقصان پہنچانے والانہ ہو۔(ت) کی شرح میں ایسی وصیت کو مکروہ لکھتے ہیں،

اور صاحب درمختار کے قول لانھا حینئذ وصیۃ بالمکروہ[3] (اس لئے کہ اب یہ وصیت ہے مکروہ کے ساتھ۔ت) جوکہ صاحب تنویر الابصار کے قول اوصی بان یطین قبرہ اویضرب علیہ قبۃ فھی باطلۃ[4] (اگر کسی کو وصیت کی کہ وہ اس کی قبر کی لپائی کرے یا اس پر گنبد بنائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ت) کے تحت ہے) وصیت مع الکراہت کا بطلان ثابت ہے علامہ شامی صاحب دُر کے قول مذکر کے تحت لکھتے ہیں:

مقتضاہ انہ یشترط لصحۃ الوصیۃ عدم الکراھۃ و قدم اول الوصایا انھا اربعۃ اقسام وانھا مکروھۃ لاھل فسوق و مقتضی ماھنا بطلانھا اللھم الا ان یفرق[5] الخ۔	اس کا تقاضا یہ ہے کہ وصیت کے صحیح ہونے کے لئے عدم کراہت شرط ہے جبکہ کتاب الوصایا کے شروع میں کہا گیا ہے کہ وصیت کی چار قسمیں ہیں اور یہ کہ فاسقوں کے لئے وصیت مکروہ ہے اور جو کچھ یہاں ہے اس کا تقاضا اس وصیت کے بطلان کا ہے، اے اللہ! مگر یہ کہ فرق کیا جائے الخ(ت)

پس اس وصیت کے بطلان کی یہ تقریر صحیح ہے یا نہیں، بر تقدیر ثانی علامی شامی نے جو تقریر

[2] جامع الترمذی ابواب الوصایا باب ماجاء فی الوصیۃ بالثلث امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۳، سنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب فی کراہیۃ الاقرار فی الوصیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۰

[3] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرھا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰

[4] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرھا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰

[5] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرھا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۱

وصیت مکروہہ لاہل فسوق کی صحت کی اللھم سے آخر تک کی ہے اس کے صحیح ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔

۷ **ہفتم**: موصی کے وطن قدیم والی اولاد نے صرف اپنے فائدہ کی وصیتوں پر عمل کیا اور اس کی ان وصیتوں پر عمل نہیں کیا:

(۱) اور میری وصیت ان کو (یعنی وصیان مذکور) کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی و ہمگی میری یافتنی و مطالبات موجودہ اور مطالبات و یافتنی آئندہ کی بابت کرایہ مکانات یا اراضی بنام میرے وصول کریں۔

(۲) اور میں خصوصا اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں، پس موصی کی وصایا میں سے بعض پر عمل نہ کرنے اور بعض پر کرنے سے کل وصایا میں کچھ خلل آئے گا یا نہیں؟

۸ **ہشتم**: موصی کی وصیت (اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں الٰی قولہ مطابق شرع محمدی تقسیم کردیں) کی رو سے وصیوں پر وثہ صغار کے کل سہام کو بعینہ رکھنا لازم ہوگا ان میں بلاوجہ کسی وجہ سے تصرف بیع وغیرہ کرنے کے مجاز ہوں گے ان سب باتوں کا جواب مفصل ومدلل رحمت فرمائیں اور اجر اللہ سے پائیں عرض ضرور ہے۔

رنگون کے چند علماء کو وصیت کے بارے میں حکم بنایا گیا تھا انہوں نے اس کی صحت کا حکم دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ وصیت بالمنافع ہے اور وصیت بالمنافع جائز لہٰذا یہ بھی جائز ہے۔ اب بہ اجازت انہیں علماء کے آپ حضرت سے اس کی اپیل کی گئی ہے خوب غور فرما کر جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔

نقل ترجمہ وصیت نامہ از زبان انگریزی

میکہ شیخ حاجی محمد بھولو سرکار لائق ساکن نمبر ۱۳ گلی شہر رنگون مالکی مکانات وکارخانہ ہائے ظاہر کرتا ہوں کہ جو کچھ تحریرات سابق اس کے منجانب میری ہو سب کی سب کو خرید ومنسوخ کرکے یہ میری وصیت صحیح کے کرتا ہوں اور بحالت صحت ذات نفس اور ثبات عقل اظہار کرتا ہوں کہ بایں وصیت نامہ میں اپنے داماد میاں رحیم بخش اور فرزندان خود شیخ میاں عبدالعزیز لائق اور شیخ میاں عبدالغنی لائق الحال ساکنان شہر رنگون مذکور الفوق کو اور شیخ میاں عبدالواحد لائق الحال ساکن موضع سالمولا میراپارہ ضلع بردوان اور ملا مقصد صاحب تاجر لکڑی الحال شہر رنگون کو اپنی وصیان واسق عـــہ بنایا ہوں اور میری یہ وصیت ان کو کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی و ہملگی

عـــہ: کذا فی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہ۔

میری یافتنی ومطالبات موجودہ اور مطالبات ویافتنی آئندہ کے بابت کرایہ مکانات یاسکینات یااراضی بنام میرے وصول کریں اور میں خصوصًا اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتاہوں کہ میرے بعد میری موت کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار وکرایہ مکانات واراضی سے تمام سرکاری ومیونسپال کے خزانہ وغیرہ اداکیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز وتکفین جمع رکھیں اور مبلغ پانسوروپیہ میرے وطن میں غرباء کے خیرات کے لئے رکھیں اور میرے دامادمذکور میاں رحیم بخش کو مبلغ دوہزارروپیہ دیں اور میرے برادرزادہ شیخ حاجی محمداسحاق لائق کو مبلغ دوسوروپیہ دیں اور مبلغ ایک سوروپیہ بنوبی بی زوجہ برادر مرحوم خود کودیں اور نسارن بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو مبلغ ایک سوروپیہ دیں اور دھنوبی بی کو مبلغ ایک سوروپیہ دیں اور ماہ بماہ مبلغ پچاس روپیہ موضع سالمولا میراپاڑہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیاکریں اور میں نیز اپنے وصیان مذکور کوایک یاجملہ مکانات جوکہ قسم خودمیں معروف یعنی پانچواں درجہ لاٹ نمبر ۲۲،۲۱ بلال اپچ اے پر واقع ہیں اگران کافروخت کرنامناسب سمجھیں اوراس زرفروختگی سے کچھ مال غیر منقولہ میرے ورثہ کی منفعت کے لئے خرید کریں اور میں نیز میرے وصیان مذکور کواختیار دیتاہوں کہ میرے جمیع نابالغ مذکوراپنے سن بلوغ کو پہنچیں اورجب ہرایک اپنے سن بلوغت کو پہنچ جائیں ان کے حقوق جومیری جائداد میں ہیں مطابق شرع محمدی کے تقسیم کردیں اور میں اپنی وصیان مذکور کونیز اختیار دیتاہوں کہ بایں امرکہ میرے وطن میں ہرماہ محتاجوں اور مسکینوں کواس قدر خیرات دیاکریں کہ جوصاحبان موصوف کی نظرمیں مناسب آئیں۔ لہٰذا ان چندکلمات کوبطورسند لکھ دیاہوں کہ عندالحاجت کام آئے۔

رنگون مؤرخہ ۱۵/ماہ مئی ۱۸۹۴ء دستخط حاجی محمد بھولوسرکار بزبان بنگلہ

ایں وصیت نامہ دستخط شدہ واعلان نمودہ واظہار کردہ شدہ بحضرات شاہدین مرقوم الذیل:

منشی مراد بخش، شیخ محمد اسحٰق، لعل محمد وشیخ سخاوت حسین

نقل مطابق اصل نمودہ شد معین الدین غفرلہ،

الجواب:

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستگی کی ہدایت عطافرما۔ت)

جواب سوال اول: وصیت نافذہ شرعیہ اگرچہ فی نفسہ واجبہ نہ ہو اپنے حد نفاذ تک کہ ثلث مال باقی بعداداء الدین سے محدود ہے واجب التسلیم ہے جس طرح وقف کہ واقف پر اس کی انشاء واجب نہیں اور بعد انشاء لازم وواجب العمل ہے بلکہ نفس وقف درکنار شرائط واقف مثل نص شارع

واجب الاتباع ہیں کما نصوا علیہ بشرائطہ (جس طرح فقہاء نے شرائط سے متعلق نص فرمائی ہے۔ت) ورثہ اگر وصیت کو روکیں رد کریں گنہگار ہوں گے اور دوسرے کے حق پر ظالم وستمگار، قرآن عظیم نے ورثہ کا حق وصیت سے مؤخر رکھا ہے:

" مِّنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ تُوۡصُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ "[6]	جو وصیت تم کرجاؤ اور قرض نکالنے کے بعد۔(ت)

یہی آیت ثبوت ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچانا ضرورۃً فرض ہے اور وہ بنص قرآن تقدیم وصیت پر محوّل،

ومالایتأتی الواجب الابہ وجب ان یحکم بایجابہ۔	جس کے بغیر واجب حاصل نہ ہو تو اس کے ایجاب کا حکم واجب ہے۔(ت)

بالجملہ اس کی تسلیم اور اس میں ترک مزاحمت ورثہ پر قطعًا واجب ہے اگرچہ تنفیذ وادا ذمہ وصی ہو یہی حال جملہ تبرعات مالیہ کا ہے کہ مالک پر واجب نہیں اور بعد وقوع وتمامی دوسرا ان میں مزاحمت نہیں کرسکتا، لاجرم علماء نے ایجاب کو نفس حقیقت وصیت میں داخل مانا اس کی تعریف ہی یوں کی:

"الوصیۃ مااوجبھا الموصی فی مالہ بعد موتہ اومرضہ الذی مات فیہ" کما فی نتائج[7] الافکار عن النہایۃ عن الایضاح۔	وصیت وہ ہے جس کا ایجاب موصی اپنے مال میں کرے، موت کے بعد یا اس بیماری میں جس میں وہ مرا۔ جیسا کہ نتائج الافکار میں نہایہ سے بحوالہ ایضاح منقول ہے۔(ت)

یا یوں ہے:

ایجاب بعد الموت کما فی الوقایۃ[8] والنقایۃ **قلت** وسیأتیک غایۃ التحقیق فانتظر۔	وہ ایجاب ہے موت کے بعد، جیسا کہ وقایہ اور نقایہ میں ہے۔ **میں کہتا ہوں** اس کی انتہائی تحقیق عنقریب آرہی ہے۔ انتظار کر۔(ت)

جواب سوال دوم: صحت وصیت کو کسی خاص جزء معین کی تعیین ضروری نہیں خواہ وصیت

---

[6] القرآن الکریم ۴ /۱۲

[7] نتائج الافکار (وھو تکملۃ فتح القدیر) بحوالہ النہایۃ کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹ /۳۴۱

[8] النقایۃ مختصر الوقایۃ کتاب الوصایا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۳

بالمنافع ہو مثل غلہ وکرایہ خواہ بالاجزاء مثل ثلث وربع خواہ بدراہم وسکہ مثل ہزار و پانصد وصد روپیہ

کما تواترت به المسائل وسیأتیك ان الجهالة لا تمنع الوصیة حتی لواوصی بجزء مجهول منماله ولم یبین مقدار نفسه فضلا عن تعیین مایقع فیه صح و یکون البیان الی الورثة یقال لهم اعطوه ما شئتم و هذا کله واضح عند من له ادنی المام بالعلم۔	جیساکہ اس کے ساتھ مسائل تواتر سے وارد ہیں عنقریب تیرے سامنے آرہا ہے کہ جہالت وصیت سے مانع نہیں یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنے مالی میں سے مجہول جزئ کی وصیت کی خود اس کی مقدار ہی بیان نہیں کی چہ جائیکہ اس کی تعین کرتا جس میں وصیت واقع ہے تو یہ وصیت صحیح ہے اوراس کا بیان وارثوں کے ذمہ ہوگا۔انہیں کہاجائے گا کہ جو تم چاہو اس کو دے دو۔یہ تمام واضح ہے ہراس شخص کے لئے جس کو علم کے ساتھ معمولی سا تعلق ہے۔(ت)

یوں ہی پانسو روپیہ غربائے وطن پر خیرات کی وصیت بھی بدیہی الصحۃ محاورۂ ہندہ میں غرباء فقراء کو کہتے ہیں اور فقراء شہر فلاں کے لئے وصیت جائز اگرچہ مذہب مفتی بہ میں انہیں فقراء کی تخصیص لازم نہیں ہر جگہ کے فقیروں کو دے سکتے ہیں ہاں افضل انہیں کو دینا ہے،

فی الدر المختار، فی المجتبی،اوصی بثلث ماله للکعبة جاز ویتصرف لفقراء الکعبة لاغیر وکذا للمسجد و للقدس وفی الوصیة لفقراء الکوفة جاز لغیرهم۔[9]	در مختار میں بحوالہ مجتبٰی ہے کسی نے کعبہ شریف کے لئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو یہ وصیت جائز ہے اورمال صرف کعبہ شریف کے فقیروں پر خرچ کیاجائے گا کسی اورپر نہیں۔یہی حکم مسجد اور بیت المقدس کے لئے وصیت کا ہے، اور فقراء کوفہ کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے غیر پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الخلاصة،الافضل ان یصرف الیهم وان اعطی غیرهم جاز وهذا قول ابی یوسف وبه یفتی وقال محمد	خلاصہ میں کہاہے کہ افضل فقراء کوفہ پر ہی خرچ کرنا ہے، اگران کے غیر کو دے دیا تب بھی جائز ہے، یہ امام ابویوسف کا قول ہے۔اوراسی پر فتوی دیا جاتا ہے۔امام محمد رحمہ اللہ

[9] الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲-۳۲۱

لایجوز[10]۔	نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے۔(ت)

اور اگر وہاں غریب اپنے معنی اصلی یعنی مسافر ہی کے لئے بولا جاتا ہے تو مسافروں کے لئے بھی وصیت صحیح ہے کہ یہ لفظ بھی حاجتمندی سے خبر دیتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی " اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ الٰی قولہ تعالٰی وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ؕ"۔[11]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: صدقات فقیروں کے لئے اور مسکینوں کے لئے ہیں، اللہ تعالٰی کے قول ابن السبیل یعنی مسافر تک۔(ت)

اور وصیت جب غیر محصور لوگوں کے لئے ہے تو اس کا مناط صحت یہی دلالت حاجت ہے۔

فی الدرالمختار الاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبیئ عن الحاجۃ کایتام بنی فلان تصح وان لم یحصوا علی مامر لوقوعھا للہ تعالٰی وھو معلوم و ان کان لاینبیئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت ویجعل تملیکا والا بطلت۔[12]	درمختار میں ہے وصیت میں اصل یہ ہے کہ جب وہ ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر دیتا ہے جیسے فلاں قبیلے کے یتیموں کے لئے تو وصیت صحیح ہوگی، اگرچہ اس قبیلے کے یتیم قابل شمار نہ ہوں، جیسا کہ گزرچکا، کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالٰی کے لئے واقع ہوئی اور وہ معلوم ہے، اور اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع نہ ہو تو پھر جن کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ قابل شمار ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اس کو تملیک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ قابل شمار نہیں تو وصیت باطل ہے۔(ت)

ہاں مستحق یہاں بھی فقرائے مسافرین ہوں گے نہ اغنیاء۔

فی وجیز الامام الکردری نوع من الفصل الثانی من کتاب الوصایا اوصی لاھل السجون اوالیتامٰی او الارامل او ابناء السبیل اوالغارمین اوالزمنٰی یعطی فقراء ھم لاغنیائھم[13] اھ	قیدیوں یا یتیموں یا بیواؤں یا مسافروں یا مقروضوں یا اپاہجوں کے لئے وصیت کی تو ان کے فقراء کو دیا جائے گا نہ کہ ان کے مالداروں کو الخ، اور اسی کی مثل کافی

[10] ردالمحتار کتاب الوصایا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۶

[11] القرآن الکریم ۹/ ۶۰

[12] الدرالمختار کتاب الوصایا مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰

[13] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۳۸

ومثلہ فی سادس وصایا الهندیۃ عن الکافی۔	امام کردری کی وجیز میں کتاب الوصایا، فصل ثانی کی ایک نوع میں ہے کسی شخص نے کے حوالے سے ہندیہ کے وصایا کی فصل سادس میں ہے۔(ت)

رہی تجہیز وتکفین کے لئے وصیت وہ صرف حد مسنون وکفن متوسط تک مقبول ہے اس سے زیادہ میں باطل ونامعمول، مثلاً سو روپیہ میں تجہیز بقدر سنت وکفن میانہ ہوسکتی تھی اوراس کے لئے ہزار روپے کی وصیت کی تو ۹۰۰ روپیہ میں وصیت باطل ہے۔ فتاوی انقریہ میں ہے:

لواوصی الرجل بان یکفن هو بعشرۃ اٰلاف فانه یکفن بکفن الوسط من غیر سرف ولاتقتیر، قاضی خان فیما تجوز وصیته من کتاب الوصایا، وفی المنیة، الوصیة بالاسراف فی الکفن باطلۃ۔[14]	اگرکسی شخص نے وصیت کی کہ اسے دس ہزار درھم کا کفن پہنایا جائے گا جس میں نہ توفضول خرچی ہوگی اورنہ کمی کی جائے گی۔ یہ بات قاضی خاں کی کتاب الوصایا فیما تجوز وصیتہ، میں مذکورہے، اورمنیہ میں ہے کہ کفن میں اسراف کی وصیت باطل ہے۔(ت)

جواب سووال سوم: زیدکایہ قول ان کاموں کے شمار میں ہے جو اس نے اپنے اوصیاء کو سپرد کئے جس طرح ایک کام یہ بتایا کہ جملگی میری یافتنی ومطالبات موجودہ وآئندہ وصول کریں۔ یونہی ایک کام یہ تفویض کیاکہ کارخانہ جاری رکھیں اور منافع سے خزانہ وغیرہ اداکیا کریں اسے استثناء قرار دینے سے مستثنٰی ومستثنٰی منہ میں ایک جملہ اجنبیہ مستقلہ بے گانہ فاصل ہونالازم آئے گاکہ اس کے متصل یہ لفظ ہیں "ہزار روپے برائے تجہیز وتکفین جمع رکھیں "اس سے ہر گزوہ روپیہ مراد نہیں ہوسکتا جو بعد موت موصی، کارخانہ جاری رہ کراس کے منافع سے آئندہ وصول ہونا متوقع سمجھا جائے کہ حاجت تجہیز وتکفین بعد موت فوری ہے نہ کہ بعد بقاء کارخانہ منافع مشکوکہ آئندہ پر محمول وهذا ظاهر جدًا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ت) معہذا اس عبارت میں کہ "ہزار روپے تجہیز کورکھیں اور پانسو غرباء کو خیرات کے لئے اورفلاں کو دوہزار دینا اور فلاں کو دوسو اور فلانہ وفلانہ کو سَو سَو روپے دیں" اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ روپے منافع آئندہ سے دیئے جائیں، وما لادلیل علیه لامصیر الیه (اور جس پر دلیل نہ ہو اس کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ت) لاجرم جملہ اولٰی وہی ایک کام کی سپردگی ہے اور جمل مابعد میں وصیت تکفین سے یہاں تک کوئی جملہ وصیت بالمنافع نہیں بلکہ وصیت بدراہم مرسلہ ہیں جس کا اصلی حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر

---

[14] الفتاوی الانقرویۃ کتاب الوصایا دار الاشاعۃ العربیۃ کوئٹہ پاکستان ۲ /۴۰۹

اتنے روپے بوجہ عدم تجاوز حد شرعی وصیت کے مجموع وصایا کے لئے ثلث باقی بعد اداء الدین ہے تمام وکمال قابل نفاذ تو اگر فی الحال ترکہ میں موجود ہیں سب ابھی دے دیئے جائیں ورنہ ان کے لائق حصہ جائداد بیچ کرادا ہوں،

فی ردالمحتار عن المنح عن السراج.اذا اوصی بدراھم مرسلة ثم مات تعطی للموصی له لوحاضرة و الاتباع الترکة ویعطی منھا تلك الدراھم۔[15]	ردالمحتار میں منح سے بحوالہ سراج منقول ہے کہ جب کسی نے مطلق درھموں کی وصیت کی پھر مرگیا تو وہ درھم اس شخص کو دیئے جائیں گے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے، اگر درھم حاضر ہیں ورنہ ترکہ بیچ کر اس میں سے وہ درہم دیئے جائیں گے۔(ت)

مگر یہاں وصیت ثلث درکنار جمیع مال کے دوچند سے بھی متجاوز ہے کہ تنہا مسجد کے لئے ماہوار کی وصیت کل مال کی وصیت تو وہی ہوگئی، باقی تین ہزار روپے کی وصایائے مذکورہ معینہ علاوہ رہیں،

فی الھندیة اوصی بان ینفق علٰی فلان خمسة کل شھر ماعاش وعلٰی فلان وفلان عشرة کل شھر ماعاشا و اجازت الورثة یقسم المال بین الموصی له بخمسة و الموصی لھما بعشرة نصفین فیوقف نصف المال علی صاحب الخمسة والنصف علی صاحبی العشرة لان الموصی له بالخمسة موصی له بجمیع المال وصیة واحدة و الموصی لھما بجمیع المال وصیة واحدة فکانه اوصی لھذا بجمیع المال ولھما بجمیع المال فیقسم المال بینھم نصفین عندالکل وان لم تجز الورثة یقسم الثلث نصفین عندالکل کذا فی المحیط اھ مختصرًا۔[16]	ہندیہ میں ہے کسی شخص نے وصیت کی کہ فلاں شخص پر جب تک وہ زندہ رہے پانچ درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں اور فلاں اور فلاں شخص پر جب تک وہ دونوں زندہ رہیں دس درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں اور وارثوں نے اس کی اجازت دے دی تو مال اس شخص کے درمیان جس کے لئے پانچ درہم کی وصیت کی گئی اور ان دونوں کے درمیان جن کے لئے دس درہموں کی وصیت کی گئی نصف نصف تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ نصف مال پانچ درہم والے کے لئے اور نصف دس درہم والوں کے موقوف رکھا جائے گا، اس لئے کہ جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی اس کے لئے تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی اور جن دو کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی ان کے لئے بھی تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی گویا کہ موصی نے اس کے لئے تمام

[15] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیة بثلث المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۴۳۱

[16] الفتاوی الھندیة کتاب الوصایا الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶ /۱۲۹

	مال کی وصیت کی اور ان دونوں کے لئے بھی تمام مال کی وصیت کی۔ لہٰذا تمام ائمہ کے نزدیک ان کے درمیان مال نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تمام ائمہ کے نزدیک تہائی مال ان کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا جائے گا۔ محیط میں یونہی ہے اھ (اختصار) (ت)

صرف تین ہزار اس لئے کہ تجہیز و تکفین تو حاجات اصلیہ سے ہے اور دین مہر بھی مقدم تو ان کے وصایا کے مرتبے میں یہی تین ہزار رہے۔

فی العقود الدریة، سئلت عن رجل اوصی بالف یخرج منها تجهیزه وکتفینه والباقی منها لعمل میراث و اوصی بخمسمائة لزید وبمثلها لعمارة مسجد کذا و بمثله لعمارة مسجد کذا ایضا وله مملوك قیمته خمسمائة ایضا اعتقه منجزا فی مرض موته واوصی له بالف و خمسمائة وخمسین وبلغ ثلث ترکته ثلثة اٰلاف وثمان مائة وبلغت نفقة تجهیزه ثلثمائة فکیف تقسم فاجبت کلفة التجهیز الشرعی من اصل المال فکانه استثناها من الالف فیکون الباقی من الالف لعمل المیراث سبعمائة وتصیر جملة الوصیة اربعة اٰلاف ومائتین وخمسین وقد ضاق الثلث	العقود الدریہ میں ہے مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ہزار درھم کی وصیت کی کہ اس میں سے اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ نکالا جائے اور باقی نیک کاموں پر خرچ کیا جائے اور اسی نے زید کے لئے پانچسو درہم اور فلاں مسجد کی تعمیر کے لئے پانچ سو درہم اور مزید فلاں مسجد کی تعمیر کے لئے بھی پانچ سو درہم کی وصیت کی۔ اور اس کا ایک غلام تھا اس کی قیمت بھی پانچسو درہم تھی جس کو اس نے اپنی مرض موت میں بطور تنجیز آزاد کردیا اور اس کے لئے ایک ہزار پانچ سو پچاس درہم کی وصیت کی، اور اس کے ترکہ کا تہائی حصہ تین ہزار آٹھ سو تک پہنچا اور اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ تین سو تک پہنچا تو اب اس کی وصیت کیسے تقسیم کی جائے گی؟ میں نے اس کا جواب دیا شرعی تجہیز و تکفین کا خرچ اصل مال سے ہوگا گویا اس نے ہزار میں سے اس کو مستثنٰی کیا ہے تو اس طرح نیک کاموں پر خرچ کرنے کے لئے ہزار میں سے سات سو درہم باقی بچے، اور اس کی وصیت کا مجموعہ چار ہزار دو سو پچاس ہوا جو ترکہ کے تہائی حصہ میں سے نہیں نکل سکتا۔ چنانچہ وصیت صرف مال

عنہا فینفذ الثلث فقط[17] الخ۔	کے تہائی حصہ میں نافذ کی جائے گی فقط (ت)

پھر سب میں پچھلی وصیت ہے کہ وصیان مذکور ہر ماہ محتاجوں کو اس قدر خیرات دیا کریں جو نظر میں مناسب آئے دوبارہ کل مال کی وصیت ہے کہ اس کی تعیین مقدار میں اگرچہ اوصیاء کو اختیار دیا ہے اور یہ اختیار صحیح اور ایسی وصیت جائز ہے۔

کما اذا اوصی بجزء اوسھم من مالہ فالبیان الی الورثۃ یقال لھم اعطوہ ماشئتم کما فی الدر[18] المختار وعامۃ الاسفار وفی ردالمحتار عن التبیین لانہ مجھول یتناول القلیل والکثیر والوصیۃ لاتمتنع بالجھالۃ و الورثۃ قائمون مقام الموصی فکان الیھم بیانہ[19] اھ **قلت** فالوصی المفوض الیہ بنص الموصی اولی بذٰلك کمالایخفی۔	جیسے کسی شخص نے اپنے مال میں سے ایک جزیا ایک سہم کی وصیت کی تو اس کا بیان وارثوں کے ذمے ہوگا انہیں کہا جائے گا کہ جو کچھ رقم تم چاہو اس کو دے دو جیسا کہ درمختار اور عام کتابوں میں ہے۔ ردالمحتار میں تبیین کے حوالے سے منقول ہے کیونکہ وہ مجہول ہے قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہے اور وصیت بسبب جہالت کے ممنوع نہیں ہوتی اور وارث موصی کے قائم مقام ہوتے ہیں لہٰذا اس کا بیان انہیں کو سونپا جائے گا الخ **میں کہتا ہوں** کہ وہ وصی اس کا زیادہ حقدار ہے جس کے سپرد معاملہ موصی کی نص سے ہوا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں (ت)

مگر یہ کوئی مقدار تجویز کریں آخر کچھ نہ کچھ ماہوار کی وصیت ہوگی اور وہ بلاتفرقہ کثیر و قلیل مطلقاً جمیع مال کی وصیت ہے،

کما علمت اٰنفا عن العٰلمگیریۃ وفیھا ایضا عن المبسوط لواوصی بان ینفق علیہ خمسۃ دراھم کل شھر من مالہ فانہ یحبس جمیع الثلث لینفق علیہ منہ کل	جیسا کہ عالمگیریہ کے حوالہ سے ابھی ابھی تو جان چکا ہے، اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے فلاں پر پانچ درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں تو اس کے ترکہ کا ایک تہائی حصہ پورا روک لیا جائے گا تاکہ اس میں سے موصی

[17] العقود الدریۃ تنقیح الفتاوٰی الحامدیہ کتاب الوصایا ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۱۱

[18] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۴

[19] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۹

شھر خمسۃ کما اوجبہ الموصی و یستوی ان امر بان ینفق علیہ فی کل شھر منہ درھما او عشرۃ دراھم[20] اھ والسر فیہ ان الوصیۃ بشیئ للفقراء کل شھر مؤبدۃ لانھایۃ الی اٰخر الدھر والغلال بمعرض الزوال و معتور التبدل بالتکثر والتقلل فلایدری متٰی تفنی و متٰی تحصل ومتی تقل والی ماتصل فوجب ابقاء جمیع الثلث مصونا لھا قال فی الھندیۃ متصلا بما مر قبلہ اوصی بعشرین درھما من غلتہ کل سنۃ لرجل فاغل سنۃ قلیلا وسنۃ کثیر فلہ ثلث الغلۃ کل سنۃ یحبس وینفق علہ کل سنۃ من ذٰلك عشرون درھما ما عاش ھٰکذا اوجبہ الموصی وربما لاتحصل الغلۃ فی بعض السنین فلھذا یحبس ثلث الغلۃ علٰی حقہ[21] اھ **قلت** واطلقوہ فشمل	کی وصیت کے مطابق ہر مہینے پانچ درہم خرچ کئے جائیں، اوراس میں حکم برابر ہوگا اگر وہ ایک درھم یا دس درھم ماہانہ خرچ کرنے کا حکم دے الخ اس میں رازیہ ہے کہ فقیروں کے لئے ماہانہ کچھ خرچ کرنے کی وصیت دائمی ہوتی ہے اور آخر تک اس کی انتہانہیں ہوتی جبکہ محاصل معرض زوال میں ہوتے ہیں اور ان میں زیادتی اور کمی کے ساتھ تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے معلوم نہیں کب تک ختم ہوجائیں اور کب حاصل ہوں اور کب ختم ہوجائیں اور وہ کب کہاں تک پہنچے۔لہذا پورے تہائی کو وصیت کے لئے محفوظ رکھنا واجب ہے۔ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت سے ماقبل قریب ہی کہا ہے کہ کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کے لئے اپنی جائداد کی پیداوار میں سے بیس درہم سالانہ کی وصیت کی اور چونکہ پیداوار کسی سال تھوڑی اور کسی سال زیادہ ہوتی ہے لہذا اس کے لئے ہر سال پیداوار کا تہائی حصہ روک رکھا جائے گا اور سالانہ اس پر جس کے لئے وصیت کی گئی ہے بیس درہم خرچ کئے جاتے رہیں گے جب تک وہ زندہ ہے۔اسی طرح موصی نے ایجاب کیا ہے۔اور بسااوقات بعض سالوں میں پیداوار حاصل نہیں ہوتی اسی لئے اس شخص کے حق میں جس کے لئے وصیت کی گئی پیداوار کا تہائی حصہ روک رکھا جاتا ہے الخ **میں کہتا ہوں** انہوں نے

[20] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب السابع فی الوصیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۳۸

[21] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب السابع فی الوصیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۳۸

ما اغل مما کثر او قل مع ان الوصیۃ محدودۃ بسنین معدودۃ قدر ما عسی ان یعیش الموصی لہ فکیف بجھۃ لا انقطاع لھا۔	اس کو مطلق رکھا کہ یہ شامل ہے جب تک پیداوار حاصل ہوتی ہے گی چاہے وہ پیداوار کثیر ہو یا قلیل باوجودیکہ وصیت چند معدود سالوں کی حد تک محدود ہے یعنی جب تک وہ شخص زندہ رہے گا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے تو پھر یہ وصیت ایسی جہت سے کیسے ہوئی جس کے لئے انقطاع نہیں۔(ت)

توحاصل یہ ٹھہرا کہ زید نے اپنے کل مال کی وصیت اس مسجد کے لئے کی اور نیز کل کی وصیت فقرا کو ماہوار کے لئے اوران کے علاوہ پانسو روپے مطلقاً فقراء یا خاص فقراء مسافرین کو اور دینے کہے اور ڈھائی ہزار ان اشخاص معلومین کو وصیۃً دیئے جملہ اموال وصایا دو بار جمیع مال اور تین ہزار روپے ہوئے پُر ظاہر کہ کل مال بھی ان وصایا کے نصف کی بھی گنجائش نہیں رکھتا تواب اس کے دریافت کی حاجت ہوگی کہ ان میں کون کون وصیت کس کس حد پر نفاذ پائے گی کتنا کتنا ہر وصیت میں دیا جائے گا کون سی وصیت بوجہ از جحیت تقدیم پائے گی کونسی مرجوح ٹھہر کر تاخیر کردی جائے گی اس کا حساب صحیح بتانے کے لئے یہ جاننا ضرور کہ کل مال بعد تجہیز و تکفین مسنون وادائے دیون کی مقدار کس قدر رہے میت نے ترکہ میں زر نقد کتنا چھوڑا جائداد منقولہ وغیر منقولہ متروکہ خالصہ یعنی بعد تجہیز و تکفین وقضائے دیون کی قیمت بازار کے بھاؤ سے کیا ہے وارثوں میں بالغ کتنے ہیں ان میں کون کون کس کس وصیت کو کس حد تک جائز رکھتا کون کون اجازت نہیں دیتا ہے ان امور سے سوال میں کچھ مذکور نہیں نہ سائل نے اس بحث سے استفسار کیا لہٰذا ہم بھی مطوی وملتوی رکھیں اگر دریافت منظور ہو امور مسطورہ بتفصیل تام بتا کر سوال کیا جاسکتا ہے۔

جواب سوال چہارم: تقسیم عبادات ومعاملات میں عبادات سے مطلقاً حقوق اللہ مراد ہوتے ہیں خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے ارکان اربعہ یاقربات محضہ جیسے عتق ووقف حتی کہ نکاح بھی خواہ عبادت یاقربت مع معنی عقوبت جیسے کفارات اور معاملات حقوق العباد ہیں مثل بیع واجارہ وہبہ واعارہ وغیرہ اور یہاں نظر مقصود اصل کی طرف ہے اصل مقصود تقرب الی اللہ ہے تو عبادت ہے یا مصالح عباد تو معاملہ

فاجتماعھما کما فی النکاح لایقدح فی التقسیم وقد تکفل ببیان کل ذٰلک فی ردالمحتار صدر	ان دونوں کا اجتماع جیسا کہ نکاح میں ہے تقسیم میں مانع نہیں، تحقیق اس تمام کے بیان کی ردالمحتار میں کتاب البیوع کے آغاز پر کفالت

کتاب البیوع۔	کی گئی ہے(ت)

پھر وصیت دو قسم ہے، ایک تملیک مثلاً زید یا عمرو یا ابنائے فلاں وغیرہم معین و محصور اشخاص کے لئے یہ صورت اغنیاء و فقراء سب کے لئے ہو سکتی ہے، صورت اولٰی معاملات سے ہے مثل ہبہ اور ثانیہ عبادات سے مثل صدقہ، دوسری قربت بلاتملیک مثل وصیت بوقف و عتق و دیگر اعمال بِر وصیت برائے ارباب حاجت غیر محصورین بوجہ عدم انحصار تملیک نہیں ہو سکتی یہ صرف قربت واز قبیل عبادات ہے۔

یرشدك الی هذا ماقدمنا عن الدر من الاصل فی الوصیة الخ وفی الهندیة عن المحیط عن فتاوی الامام ابی اللیث فیما لو اوصی بثلث ماله لاعمال البر ان کل مالیس فیه تملیك فهو من اعمال البرحتی یجوز صرفه الی عمارة المسجد وسراجه دون تزیینه[22] الخ ومسائل الباب اکثر من ان تحصٰی۔ **اقول:** وبه ظهران ماذکر فی عامة الکتب فی حد الوصیة انها تملیك مضاف الی مابعد الموت علٰی وجه التبرع فهو تحدید له باعتبار احدنوعیه والحد الجامع ما قدمناعن النتائج عن النهایة عن	اس کی طرف تیری رہنمائی کرتی ہے وہ بات جو در کے حوالے سے ہم پہلے بیان کرچکے ہیں یعنی وصیت میں اصل یہ ہے الخ اور ہندیہ میں بحوالہ فتاوٰی امام ابواللیث محیط سے منقول ہے اس صورت کے بارے میں کہ اگر کسی نے نیک کاموں کے لئے اپنے مال کے تہائی کی وصیت کی یہ کہ جس میں تملیک نہ ہو وہ نیک کاموں میں سے ہے یہاں تک کہ اسے مسجد کی تعمیر اور چراغ کے لئے خرچ کرنا جائز ہے نہ کہ اس کی زیب وزینت کے لئے الخ اس باب کے مسائل شمار سے زائد ہیں۔ **میں کہتا ہوں** اور اس سے ظاہر ہوگیا وہ جو عام کتابوں میں وصیت کی حد یعنی تعریف کے بارے میں مذکور ہے کہ بے شک وصیت ایسی تملیک ہے جو موت کے مابعد کی طرف بطور تبرع منسوب ہوتی ہے، یہ وصیت کی تعریف اس کی دو نوعوں میں سے ایک کے اعتبار سے ہوئی اور جامع تعریف وہ ہے جسے ہم نتائج سے

[22] الفتاوی الهندیة کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶ /۹۷

الایضاح، والاولی مااسلفنا عن الوقایة والنقایة لعدم تقییدہ بالمال فیعم ما اذا اوصی بان یدفن فی مقبرة کذا بثوب فلان الزاهد فقد قال فی الخلاصة و البزازیة والشرنبلالیة وردالمحتار وغیرها یراعی شرائطه ان لم یلزم مؤنة الحمل فی الترکة[23] اھ **قلت** و المراد بالموت مایعم الحکمی وهو مرض الموت و الاولی التصریح به لکن هذا لابد من تخصیصه بالمال فان الایجابات الغیر المالیة کامرہ اجیرہ او ابنه ان اسقنی اواخذ منی لاتعد وصیّة وان کانت فی مرض الموت بخلاف المضاف الی مابعدہ کما لایخفی فاذن احق مایقال فی حدها ایجاب مضاف الی مابعد الموت او الی منجزفی مرض الموت فاحفظه۔ والله التوفیق۔	بحوالہ نہایہ بحوالہ ایضاح پہلے نقل کرچکے ہیں، اور اولٰی تعریف وہ ہے جسے ہم بحوالہ وقایہ ونقایہ پہلے ذکر کرچکے کیونکہ اس میں مال کی قید نہیں لگائی گئی۔ لہٰذا وہ شامل ہوگئی اس صورت کو کہ جب کسی نے وصیت کی کہ اس کو فلاں قبرستان میں فلاں زاہد کے کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ خلاصہ، بزازیہ، شرنبلالیہ اور ردالمحتار وغیرہ میں کہا ہے وصیت کی شرائط کا لحاظ کیا جائے گا اگر ترکہ میں باربرداری کا خرچہ لازم نہ آئے الخ۔ **میں کہتا ہوں** موت سے مراد وہ ہے جو موت حکمی کو شامل ہے اور وہ مرض الموت ہے، اور اس کی تصریح کرنا اولٰی ہے، لیکن اس میں مال کی تخصیص ضروری ہے اس لئے کہ ایجابات غیر مالیہ جیسے کسی شخص کا اپنے اجیر یا بیٹے کو حکم دینا کہ مجھے پانی لاکر پلاؤ یا میری خدمت کرو۔ ان کا شمار وصیت میں نہیں ہوتا اگرچہ یہ مرض الموت میں ہوں بخلاف اس کے کہ وہ موت کے مابعد کی طرف منسوب ہو، جیسا کہ پوشیدہ ہیں۔ تو اس صورت میں وصیت کی تعریف یوں کرنا اولٰی وانسب ہے کہ وہ ایسا ایجاب ہے جو موت کے مابعد کی منسوب ہو یا اس کی طرف منسوب ہو جس کی تنجیز مرض الموت میں کی گئی ہے۔ اس کو محفوظ کرلے۔ اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

بالجملہ مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے بلکہ دونوں میں داخل دونوں کو شامل۔

[23] الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی الهندیة کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶ /۴۴۰

جواب سوال پنجم: وجہ مذکور سے وصیت پر کوئی اثر عدم جواز کا نہیں پڑ سکتا اس وجہ کی نہ بنا صحیح ہے نہ مبنی درست، نہ وصیت کا بیع پر قیاس مقبول۔

اوّلاً جواب سوال سوم میں معلوم ہولیا کہ یہاں سرے سے استثناء ہی نہیں۔ **ثانیاً** ہو بھی تو قول صحیح و معتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ ارطال معلومہ کا استثناء بیع میں بھی روا۔ ہدایہ میں بعد عبارت مذکورہ سوال ہے:

لان الباقی بعد الاستناء مجھول قال رضی اللہ تعالٰی عنہ قالوا ھذا روایۃ الحسن وھو قول الطحاوی اما علی ظاھر الروایۃ ینبغی ان یجوز لان الاصل ان ما یجوزا یرادالعقد علیہ بانفرادہ یجوز استثناہ من العقد وبیع فقیرمن صبرۃ جائزفکذا استثنائہ بخلاف استثناء الحمل واطراف الحیوان لانہ لا یجوز بیعہ فکذا استثناءہ[24] اھ باختصار۔	کیونکہ استثناء کے بعد باقی مجہول ہے۔ مصنف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا علماء نے کہا ہے کہ یہ روایت امام حسن کی ہے اور وہی طحاوی کا قول ہے۔ لیکن ظاہر الروایۃ پر اس کو جائز ہونا چاہئے اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے جس شیئ پر بطور انفراد عقد کا وارد ہونا جائز ہو عقد سے اس کا استثناء بھی جائز ہوتا ہے۔ ڈھیر میں سے ایک بوری کی بیع جائز ہے تو اسی طرح اس کا استثناء بھی جائز ہوگا۔ بخلاف حمل اور جانور کے اجزاء کے، کیونکہ ان کی بیع جائز نہیں، اسی طرح ان کا استثناء بھی جائز نہیں اھ (اختصار) (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

ماجاز ایراد العقد علیہ بانفرادہ صح استثناؤہ منہ فصح استثناء ارطال معلومۃ من بیع ثمر نخلۃ۔[25]	جس پر بطور انفراد عقد کا وارد کرنا جائز ہے اسکا استثناء بھی عقد سے جائز ہے۔ چنانچہ درخت کے پھل کی بیع سے معیّن رطلوں کا استثناء صحیح ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

[24] الھدایۃ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۳۲ و ۳۳

[25] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب البیوع فصل فی مایدخل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹

لصحۃ ایراد العقد علیھا ولو الثمر علٰی رؤس النخل علی الظاھر[26]۔	کیونکہ اس پر عقد کو وارد کرنا صحیح ہے اگرچہ ظاہر روایت کے مطابق جو پھل درختوں کے اوپر ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ (علی ظاھر) متعلق بقولہ فصح ومقابل ظاھر الروایۃ الحسن عن الامام انہ لایجوز واختارہ والطحاوی والقدوری لان الباقی بعد الاستثناء مجھول[27]۔	ماتن کا قول "علی ظاہر" اس کے قول "فصح" سے متعلق ہے اور ظاہر الروایت کے مقابلے میں حسن کا قول ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ استثناء جائز نہیں ہے۔ اسی کو اختیار کیا ہے امام طحاوی اور قدوری نے، کیونکہ استثناء کے بعد جو بچتا ہے وہ مجہول ہے۔ (ت)

ثالثًا بیع میں عدم جواز ہی معتمد سہی تو اس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور وصیت کا باب نہایت وسیع۔ ابھی سن چکے کہ بیع حمل ناجائز ہے اور وصیت بالحمل قطعًا روا۔

فی الدر، صحت للحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی اودابتی ھذہ لفلان[28]۔	دُر میں ہے کہ حمل کے لئے وصیت اور حمل کے ساتھ وصیت صحیح ہے جیسے موصی کا یوں کہنا کہ میں نے اپنی اس لونڈی یا اس جانور کے حمل کی فلاں شخص کے لئے وصیت کی۔ (ت)

بیع شروط فاسدہ سے فاسد ہوتی ہے اور وصیت پر ان کا کچھ اثر نہیں، ولہٰذا بیع کنیز سے استثناء حمل روا نہیں اور وصیت سے صحیح۔

فی الھدایۃ اشتری جاریۃ الاحملھا فالبیع فاسد لانہ بمنزلۃ اطرف الحیوان لاتصالہ بہ خلقۃ وبیع الاصل یتناولھا فالاستثناء	ہدایہ میں ہے کسی شخص نے لونڈی خریدی مگر اس کا حمل نہ خریدا تو بیع فاسد ہے کیونکہ حمل حیوان کے اعضاء کی مثل ہے اس لئے کہ حمل خلقی طور پر حیوان کے ساتھ متصل ہے اور اصل کی بیع اس کو

[26] الدر المختار کتاب البیوع فصل فی مایدخل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹

[27] ردالمحتار کتاب البیوع فصل فی مایدخل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۱

[28] الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۱۸

یکون علیٰ خلاف الموجب فیصیر شرطا فاسدا والبیع یبطل به والھبة والصدقة والنکاح لاتبطل بل یبطل الاستثناء وکذا الوصیة لاتبطل لکن یصح الاستثناء لان الوصیة اخت المیراث والمیراث یجری فیما فی البطن[29] اھ ملخصًا۔	شامل ہے، تو یہ استثناء موجب کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرط فاسد ہوا اور بیع شرط فاسد کے ساتھ باطل ہوجاتی ہے۔ ہبہ، صدقہ اور نکاح باطل نہیں ہوتے بلکہ استثناء باطل ہو جاتا ہے۔ یونہی وصیت باطل نہیں ہوتی لیکن اس میں استثناء صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ وصیت میراث کی بہن ہے اور میراث اس میں جاری ہوجاتی ہے جو پیٹ میں ہے اھ (تلخیص) (ت)

جہالت بیع میں مفسد ہے اور وصیت کو مضر نہیں **کماقدمنا عن الشامی عن الزیلعی** (جیسا کہ ہم شامی سے بحوالہ زیلعی پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ت) اور بیع میں استثنائے ارطال معلومہ سے روایت فساد کی علت یہی جہالت تھی **کما سمعت عن الھدایة وردالمحتار ومثله فی الفتح وغیرہ** (جیسا کہ تو ہدایہ اور ردالمحتار سے سن چکا ہے اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں ہے۔ت) تو وصیت کا اس پر قیاس کھلا مع الفارق ہے۔

رابعًا علت منع یہی سہی کہ شاید اتنے ہی رطل پیدا ہوں تو یہ بھی وصیت میں اصلاً خلل انداز نہیں،

کما اسلفنا عن الھندیة عن المحیط من قوله وربما لاتحصل الغلة فی بعض السنین۔[30]	جیسا کہ ہم ہندیہ سے بحوالہ محیط اس کا یہ قول ذکر کرچکے ہیں کہ بسا اوقات بعض سالوں میں پیداوار حاصل نہیں ہوتی۔ (ت)

خامسًا: وقت محاصل وغلہ قُری وبساتین وغیرہا کی صحت وصیت میں شبہ نہیں کتب فقہ میں اس کے لئے باب جداگانہ موضوع اور شک نہیں کہ ان اشیاء پر جو محصول جانب سلطنت سے معین ہوتا ہے وہ عرفاً معلوم الادا ومعہود الاستثناء ہے **والمعھود عرفا کالمشروط لفظا** (جو عرف کے اعتبار سے معہود ہو وہ اس کی مثل ہوتا ہے جو لفظ کے اعتبار سے مشروط ہو۔ت) توجو استثناء بے ذکر کئے خود ہی مذکور ہے اس کی تصریح کیا مفسد ہوسکتی ہے **وھذا ظاھر جدًا** (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ت)

[29] الهدایة کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳ /۶۳

[30] الفتاوی الهندیة کتاب الوصایا الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶ /۱۲۸

جواب سوال ششم: بطلان وصیت کے لئے تقریر مذکور اصلاً صحیح نہیں، اوپر گزرا کہ وصیت دو قسم ہے: تملیک وقربت۔ **وانا اقول وباللہ التوفیق** (اور میں کہتاہوں اور توفیق اللہ ہی کی ہے۔ت) کراہت منافی تملیک ہر گز نہیں ہو سکتی،

الاترٰی ان البیوع الفاسدۃ محرمۃ وتفید الملك فاذا جامع الملك الحرمۃ فمابالك بالکراھۃ۔	کیاتو نہیں دیکھتا کہ بیوع فاسدہ حرام ہیں اور ملِک کا فائدہ دیتی ہیں۔ جب ملک حرمت کے ساتھ جمع ہوگیا تو کراہت کے ساتھ جمع ہونے میں تیرا کیا خیال ہے۔(ت)

اور منافی قربت بھی صرف اس صورت میں ہے کہ شیئ فی نفسہٖ مکروہ ہو اور یہ جبھی ہوگا کہ وہ اصلاً نوع قربت سے نہ ہو،

فان الندب والکراھۃ متنافیان لایسوغ اجتماعھما من جھۃ واحدۃ۔	کیونکہ ندب اور کراہت آپس میں متنافی ہیں لہذا ایک ہی جہت سے ان کا اجتماع جائز نہیں(ت)

بخلاف کراہت عارضی کہ زنہار منافی قربت نہیں ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شیئ فی نفسہٖ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض جیسے آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا، علماء نے کراہت ومعصیت سے بطلان وصیت پر صرف دو صورت خاصہ میں استثناء کیا ہے جہاں تملیک نہیں اور فعل فی نفسہٖ مکروہ ہے، حاصل استدلال یہ کہ یہاں تملیک نہ ہونا تو ظاہر اور اس ظہور ہی کے باعث یہ مقدمہ مطوی فرما جاتے ہیں، رہی قربت وہ یوں نہیں ہو سکتی کہ فعل خود مکروہ ہے اور ایسا مکروہ قربت نہیں ہوسکتا تو دونوں نوع وصیت منتفی ہوئیں اور بطلان لازم آیا،

فان انتفاء الاقسام باسرھا قاض بانتفاء المقسم راسا۔	تمام اقسام کا منتفی ہونا مقسم کے منتفی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔(ت)

بخلاف دو صورت باقی اعنی صورت تملیک وصورت قربت ذاتی وکراہت عارضی کہ ان میں ہر گز کراہت سے بطلان پر حجت نہیں پاتے بلکہ صراحۃً صحت وصیت ارشاد فرماتے ہیں تینوں صورتوں کے شواہد لیجئے:

صورت اولٰی: کی دو مثالیں یہی ضرب قبہ وتطیین قبر ہیں یعنی جب بہ نیت تزیین ہو کہ اپنی قبر کو مزین کرانا فی نفسہٖ نوع قربت سے نہیں بخلاف اس صورت کے کہ بقائے نشان مقصود ہو کہ یہ فعل شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معہود۔

کما فعل بقبر عثمٰن بن مظعون رضی اللہ تعالٰی عنہ ووضع حجرا لیتعرف بھا قبرہ ویدفن الیہ من مات من اھلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما اخرجہ ابوداؤد[31] فی سننہ بسند جید۔	جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر پر پتھر نصب فرمایا تاکہ اس پتھر کے سبب قبر کی پہچان رہے اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے خاندان مبارک سے وصال فرمانے والے افراد کو اس قبر کے قریب دفن کیا جائے، جیسا کہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں جید سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔(ت)

اس سے نفع وانتفاع میت زائرین حاصل یہ مقصد محمود ہے اور ہر مقصد محمود قربات میں معدود۔ در مختار میں زیر عبارت مذکورہ سوال ہے:

قدمنا فی الکراھیۃ انہ لایکرہ تطیین القبور فی المختار[32] الخ زادفیھا وفی الجنائزعن السراجیۃ لاباس بالکتابۃ ان احتج الیھا حتی لایذھب الاثر و لایمتھن[33]۔	ہم باب الکراہیۃ میں ذکر کرچکے ہیں کہ قول مختار میں قبروں کی لپائی مکروہ نہیں الخ اسی کے باب الجنائز میں بحوالہ سراجیہ یہ اضافہ کیا کہ قبر پر لکھنے کی اگر ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں تاکہ س کا نشان نہ مٹے اوراس کی توہین نہ کی جائے۔(ت)

خانیہ میں ہے:

اوصی بعمارۃ قبرہ للتزیین فھی باطلۃ۔[34]	زینت کے لئے قبر پر عمارت کی وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے۔(ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

---

[31] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی جمع الموتی فی قبرو القبر یعلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۱

[32] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرھم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰

[33] الدر المختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶۔۱۲۵، الفتاوی السراجیۃ کتاب الجنائز باب الدفن مطبع نولکشور لکھنؤ ۲۴

[34] فتاوٰی قاضیخان کتاب الوصایا فصل فی مایکون وصیۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۳۶

اذا اوصی بان یطین قبرہ اویوضع علی قبرہ قبۃ فالوصیۃ باطلۃ الا ان یکون فی موضع یحتاج الی التطیین بخوف سبع اونحوہ سئل ابوالقاسم عن من دفع الی ابنتہ خمسین درھما فی مرضہ وقال ان مت فاعمری قبری وخمسۃ دراھم لك واشتری بالباقی حنطۃ وتصدق بھا قال الخمسۃ لھا لاتجوز وینظر الی القبر الذی امر بعمارتہ فان کان یحتاج الی العمارۃ للتحصین لاللزینۃ عمرت بقدر ذٰلك والباقی تتصدق بہ علی الفقراء وان کان امر بعمارۃ فضلت علی الحاجۃ الذی لابدمنھا فوصیۃ باطلۃ[35]۔	کسی نے وصیت کی کہ اس کی قبر کی لپائی کی جائے اوراس پر گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہوگی۔ مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کی ضرورت ہے تومکروہ نہیں۔ مثلاً وہاں کسی درندے وغیرہ کا خوف ہو۔ ابوالقاسم سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیٹی کو بیماری کی حالت میں پچاس درہم دے کر کہا اگر میں مرجاؤں تو میری قبر تعمیر کرانا اور پانچ درھم تیرے ہیں باقی سے گندم خرید کر اسے صدقہ کردینا۔ ابوالقاسم نے کہاکہ بیٹی کے لئے پانچ درہموں کی وصیت جائز نہیں۔ اور قبر کو دیکھا جائے گا اگر وہاں قبر کی حفاظت کے لئے عمارت کی محتاجی ہے توبقدر حاجت وہ تعمیر کرائے لیکن زینت کے لئے جائز نہیں اور جو باقی بچے وہ فقراء پر صدقہ کردے۔ اگر موصی نے قدر حاجت سے زائد عمارت کا حکم دیا تواس کی وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

عمارۃ القبران لتحصین یجوز وان لتزیین فالوصیۃ ایضا باطلۃ ویصرف الکل الی الفقراء۔[36]	قبر کی عمارت اگر حفاظت کے لئے ہے تو وصیت جائز ہے اور اگر زیبائش کے لئے ہے تو ناجائز و باطل ہے۔ للذا وہ سب مال فقراء پر خرچ کیا جائے گا۔ (ت)

مثال سوم: وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ کا کفن دیں اور گلے میں طوق پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دفن کریں یہ امر نامشروع کی وصیت ہے مقبول نہ ہوگی اور بطور مشروع دفن کریں گے۔

[35] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۶

[36] فتاوی البزازیۃ علی ھامش الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۳۹

فی الهندیة عن المحیط اذا اوصی ان یدفن فی مسح کان اشتراه ویغل و یقید رجله فهذه وصیة بمالیس بمشروع فبطلت ویکفن بکفن مثله ویدفن کما یدفن سائر الناس۔[37]	ہندیہ میں بحوالہ محیط منقول ہے جب کسی نے وصیت کی کہ اسے ٹاٹ میں کفن دیا جائے جو اس نے خریدا ہے اور اس کو طوق پہنایا جائے وراس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جائیں، تو چونکہ یہ شرعی طور پر ناجائز کام کی وصیت ہے لہٰذا باطل ہوگی، اس کو کفن مثلی دیا جائے گا اور دیگر لوگوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔(ت)

مثال چہارم: وصیت کی کہ مجھے میرے گھر میں دفن کریں باطل ہے کہ یہ حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے ساتھ مخصوص اور امت کے حق میں نامشروع ہے، خلاصہ وبزازیہ وتاتارخانیہ وہندیہ وغیرہ میں ہے:

واللفظ للثالثة اوصی بان یدفن فی دارہ فوصیته باطلة الا ان یوصی ان یجعل دارہ مقبرة للمسلمین۔[38]	لفظ تیسری کتاب یعنی تاتارخانیہ کے ہیں۔ اگر کسی نے وصیت کی اس کو اپنے گھر میں دفن کیا جائے تو وہ وصیت باطل ہوگی سوائے اس کے وہ یوں کرے کہ اس کے گھر کو مسلمانوں کے لئے قبرستان بنادیا جائے۔(ت)

صورت ثانیہ: یعنی وصیت تملیک باوصف کراہت صحیح ہے اس کی ایک سند وہی ہے جو سوال میں بحوالۂ شامی مسطور کہ فسّاق کے لئے وصیت مکروہ ہے اور باوجود کراہت صحیح سند دوم۔ وجیز امام کردری میں ہے:

الثانی معصیة مطلقًا کالوصیة للنائحة والمغنی ان لم یکن یحصون لایصح وان لقوم باعیانهم صح۔[39]	دوسری مطلقاً گناہ ہے جیسے نوحہ کرنے والی عورت اور گوّیے کے لئے وصیت۔ اگر وہ قابل شمار نہ ہوئے تو صحیح نہیں اور معین قوم کے لئے تو صحیح ہے۔(ت)

تبیین الحقائق پھر ردالمحتار میں ہے:

[37] الفتاوی الهندیة کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶ /۹۶۔۹۵
[38] الفتاوی الهندیة کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶ /۹۵
[39] الفتاوی البزازیة علی ہامش الفتاوی الهندیة کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶ /۴۳۶

الوصیة انما صحت باعتبار التملیك لھم[40]۔	یہ وصیت تو محض ان کے لئے تملیک کے اعتبار سے صحیح ہے۔(ت)

یہ کیسے نصوص صریحہ ہیں کہ وصایائے تملیک اگرچہ معصیت ہوں صحیحہ ہیں۔ سند سوم کافر حربی کے لئے وصیت باوصف ممانعت صحیح ونافذ ہے۔

مطلقًا علی ما اختارہ الائمة الجلة طاھر بن عبد الرشید البخاری و الامام السغناقی اول شراح الھدایة والامام النسفی صاحب الکنز والوافی و الامام حافظ الدین البزازی اوبشرط الاستیمان علی مامشی علیه فی الغرر الدرر والتنویر والدر واجعله فی الخانیة اجماعا وفی المقام تحقیق انیق اتینابه فیما علقنا علی ردالمحتار لولاغرابة المقام لاسعفنابه۔	بغیر کسی طرح کے جیسا کہ بزرگ ائمہ کرام یعنی طاہرین عبد الرشید بخاری، ہدایہ کے شارح اول امام سغناقی، کنزو وافی کے مصنف امام نسفی اورامام حافظ الدین بزازی نے اختیار کیا، یامستامن ہونے کی شرط کے ساتھ جیسا کہ غرر درر، تنویر اور در میں اس کو اپنایا ہے۔اس مقام پر نہایت عمدہ تحقیق ہے جس کو ہم نے رد المحتار پر اپنی تعلیق میں ذکر کیا ہے۔ اگر مقام کی اجنبیت نہ ہوتی تو ہم اس کو یہاں ذکر کرتے۔(ت)

خلاصہ ونہایہ وکافی ووجیز میں ہے:

واللفظ للاول، الوصیة لاھل الحرب باطلة، وفی السیر الکبیر مایدل علی الجواز والتوفیق بینھما انه لاینبغی ان یفعل ولو فعل یثبت الملک۔[41]	اور لفظ پہلی کتاب کے ہیں کہ اہل حرب کے لئے وصیت باطل ہے اور سیر کبیر کی عبارت جواز پر دلالت کرتی ہے۔ان دونوں کے درمیان تطبیق یوں ہوگی کہ اہل حرب کے لئے وصیت نہ کرنی چاہئے لیکن اگر کردے تو ملک ثابت ہوجائے گا۔(ت)

صورت ثالثہ: یعنی وصیت قربت صحیح ہے اگرچہ نظر بخارج کراہت ہو اس کے دلائل وہ تمام مسائل ہیں جن میں قربت کے لئے ثلث سے زائد وصیت کو صحیح مانا اور ورثہ اجازت دیں تو پوری مقدار

[40] تبیین الحقائق کتاب الوصایا باب وصیة الذمی المطبعة الکبری بولاق مصر ۶/ ۲۰۵

[41] خلاصة الفتاوٰی کتاب الوصایا جنس آخر فی الفاظ الوصیة مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۲۳۰

میں نافذ جانا، پر ظاہر کہ ہنگام قیام ورثہ مثلاً کل مال کی وصیت ممنوع ہے وہی بعض شراح مشکوٰۃ اعنی علامہ ابن فرشتہ اسی حدیث کے نیچے اسی قول میں فرماتے ہیں:

فیضار ان الوصیۃ ای یوصل ان الضرر الی الوار بسبب الوصیۃ للاجنبی باکثر من الثلث[42] الخ۔	وہ دونوں وصیت میں ضرر پہنچائیں یعنی اجنبی کے حق میں تہائی سے زائد کی وصیت کرکے وارث کو نقصان پہنچائیں الخ (ت)

جلالین میں زیر آیت ہے:

(او اثما) بان تعمّد ذٰلك بالزیادۃ علی الثلث او تخصیص غنی مثلا۔[43]	(یاگناہ کیا) بایں صورت کہ تہائی سے زائد کا قصد کیا یا غنی کو وصیت کے ساتھ مختص کیا (ت)

مگر ازانجا کہ فعل فی نفسہ قربت اور منع بوجہ عارضی یعنی تعلق حق ورثہ ہے باطل نہ ہوئی ورنہ اجازت ورثہ سے بھی نافذ نہ ہوسکتی۔

فان الباطل لاوجود لہ والمعدوم لاینفذ بالتنفیذ۔	کیونکہ باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور معدوم کسی کے نافذ کرنے سے نافذ نہیں ہوتا (ت)

میں ایں وآں سے استدلال کرتا ہوں قرآن عظیم دلیل اکبر ہے کہ وصیت باوصف ظلم ومعصیت صحیح ومعتبر ہے۔

قال اللہ عزوجل "فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠(۱۸۲)"۔[44]	(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) جو کسی کی وصیت میں ظلم یاگناہ پر اطلاع پائے پس ورثہ اور موصی لہم میں صلح کرادے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

وصیت بحال کراہت اگر باطل ہوتی تو باطل پر صلح کے کیا معنی تھے اور وہ موصی لہم کیوں قرار پاتے۔ معالم میں ہے:

قال الاٰخرون انہ ارادبہ انہ	دوسروں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب

[42] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ ابن الملك باب الوصایا الفصل الثانی تحت حدیث ۳۰۷۵ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۲۵۷

[43] تفسیر جلالین تحت آیت ۲/ ۱۸۲ اصح المطابع الدھلی النصف الاول ص ۲۶

[44] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۲

اذا اخطأ المیّت فی وصیتہ اوجار معتمدا فلاحرج علی ولیہ او وصیہ او والی امور المسلمین ان یصلح بعد موتہ بین ورثتہ وبین الموصی لھم ویرد الوصیۃ الی العدل والحق۔[45]	میت نے وصیت میں خطا کی یاجان بوجھ کر ظلم کیا تو ولی یاوصی یامسلمانوں کے امور کے والی کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ موصی کی موت کے بعد اس کے وارثوں اور وصیت والوں کے درمیان صلح کرادیں اور وصیت کو عدل وحق کی طرف لوٹادیں۔(ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتاہوں۔ت) سر اس میں یہ ہے کہ شرع مطہر کسی حرکت لغو وبے معنی کو مشروع ومقرر نہیں فرماتی تمام عقود وافعال ومعاملات کی صحت فائدے پر اعتماد رکھتی ہے فائدہ خواہ دوسرے کاہو اگرچہ محض دنیوی خواہ اپنا اگرچہ صرف اخروی اور جو عبث محض ہے ہر گز صحیح نہیں ولہذا ایک روپیہ اسی کے مثل وہمسر دوسرے روپے کے بدلے بیچنا یامکان کے مساوی شرکائے مشاع کا اپنا حصہ دوسرے کے حصے سے بدلنا یا کسی کی سکونت کو سکونت کے عوض اجارہ میں دینا صحیح نہ ہوا۔ درمختار میں ہے:

خرج بمفید مالایفید فلایصح بیع درھم بدرھم استویا وزنا وصفۃ ولامقایضۃ احدالشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الاخر(صیرفیہ)ولااجارۃ السکنی بالسکنٰی اشباہ[46]۔	مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی چنانچہ وزن وصفت میں برابر ایک درہم کی دوسرے درہم کے بدلے بیع صحیح نہیں، اورنہ ہی ایک مکان کے دوبرابر شریکوں میں سے ایک کا دوسرے سے اپنے حصے کا تبادلہ صحیح ہے(صیرفیہ)،اور سکونت کے بدلے سکونت کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں (اشباہ)۔(ت)

خصوصًا وہ عقود جو برخلاف قیاس بنظر حاجات ناس مشروع ہوئے وہ تو حاجت پر ہی اعتماد کیا چاہیں، ولہذا نا قابل سواری بچھڑے کا سواری کے لئے اجارہ جائز نہ ہوا کہ قیاس جواز اصل اجارہ کانافی اور داعی جواز یعنی حاجت، بوجہ عدم قابلیت یہاں منتفی۔

فی الفتح من باب العنین لم یجز استئجار الحجش للحمل	فتح کے باب العنین میں ہے سواری کی صلاحیت نہ رکھنے والے بچھیرے کو سواری اور باربرداری

[45] معالم التنزیل علی ھامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/ ۱۸۲ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۵۰

[46] الدرالمختار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲

والرکوب۔[47]	کے لئے کرائے پر لینا جائز نہیں (ت)

وصیت بھی انہیں عقود مجوزہ للحاجہ سے ہے۔

فی الھدایۃ القیاس یابی جوازھا لانہ تملیك مضاف الی حال زوال مالکیتہ ولو اضیف الی حال قیامھا بان قیل ملکتك غدا کان باطلا فھذا اولی الا انا استحسناہ لحاجۃ الناس الیھا[48] الخ۔	ہدایہ میں ہے قیاس تو اس کے جواز سے مانع ہے کیونکہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی مالکیت کے حال زوال کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اگر اس کی نسبت اس حالت کی طرف کی جائے جب مالکیت قائم ہوتی ہے یعنی یوں کہا جائے میں نے تجھے آئندہ کل اسی کا مالک کردیا تو یہ باطل ہوگی۔ چنانچہ بطلان مالکیت والی حالت میں اس کا بطلان بدرجہ اولٰی ہوگا مگر ہم نے بطور استحسان اس کو جائز قرار دیا کیونکہ لوگوں کو اس کی حاجت ہے الخ (ت)

تو بے فائدہ محض اس کی تشریع معقول نہیں حالت تملیک وافعال قربت میں حصول فائدہ ظاہر اور معصیت عارضہ غایت یہ کہ مثل بیع وقت اذان جمعہ یا نماز عصر وقت زردی فرض کردے منافی صحت نہیں ہوسکتی بخلاف اس صورت کے کہ نہ تملیک نہ سرے سے قربت، ایسی ہی جگہ کہا جائے گا کہ وصیت امر مکروہ ونامشروع کی ہے، لہٰذا صحیح نہیں کہ موجب صحت یعنی حاجت معدوم ہے معہذا اہم اوپر واضح کر آئے کہ وصیّت ایجاب ہے اور ایجاب لحق وغیرہ ہو جیسے تملیک میں یا لحق نفسہ جیسے قربات میں جہاں کوئی نفع نہیں ایجاب کیوں ہونے لگا۔

فی الھندیۃ عن المحیط لو اوصی بان یباع عبدہ ولم یسم المشتری لایجوز الا ان یقول وتصدقوا بثمنہ اویقول بیعوہ نسیۃ ویحط الی الثلث عن المشتری[49] الخ وفیھا عن المبسوط اوصی بعبدہ ان یباع ولم یزد علی	ہندیہ میں محیط سے منقول ہے اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کا غلام بیچ دیا جائے اور خریدار کو متعین نہیں کیا تو جائز نہیں مگر یہ کہ یوں کہے کہ اس کی قیمت کو صدقہ کردو یا کہے کہ اس کو ادھار پر بیچ دو اور مشتری سے تہائی تک قیمت کم کردے الخ اور اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کسی نے اپنے غلام کے

[47] فتح القدیر باب العنین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۳۵

[48] الہدایۃ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۵۰

[49] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۶

ذٰلك واوصی بان یباع بقیمته فهو باطل لانه لیس فی هذه الوصیة معنی القربة لیجب تنفیذها لحق الموصی[50]۔	بارے میں وصیت کی کہ اسے بیچ دیاجائے وراس سے زائد کچھ نہ کہایا وصیت کی کہ غلام کو اس کی قیمت کے ساتھ بیچ دیاجائے تو یہ باطل ہے اس لئے کہ اس وصیت میں قربت کا معنی موجود نہیں تاکہ موصی کے حق کے لئے اس کو نافذ کرناواجب ہوتا۔(ت)

بحمداللہ اس تحقیق انیق نے کوئی دقیقہ تدقیق فروگزاشت نہ کیا۔علامہ شامی کاکلام مذکور بھی بطرف خفی اسی تقریر منیر کی طرف مشیر۔

حیث قال اللهم الا ان یفرق بان الوصیة اما صلة اوقربة ولیست هذه واحدة منهما فبطلت بخلاف الوصیة لفاسق فانها صلة لها مطالب من العباد فصحت وان لم تکن قربة کالوصیة لغنی لانها مباحة ولیست قربة[51] الخ۔	جہاں شامی نے کہا اے اللہ! مگر یہ کہ یوں فرق کیاجائے کہ بیشک وصیت یاتوصلہ ہوتی ہے یاقربت حالانکہ یہ ان دونوں میں سے نہیں ہے چنانچہ باطل ہوجائے گی۔بخلاف اس وصیت کے جو فاسق کے لئے ہو اس لیے کہ وہ صلہ ہے اور بندوں میں سے کوئی اس کامطالبہ کرنے والاموجود ہے چنانچہ وہ صحیح ہوگی اگرچہ وہ قربت نہیں جیسے غنی کے لئے وصیت، کیونکہ وہ مباح ہے اور قربت نہیں ہے الخ(ت)۔

اب مانحن فیه کودیکھئے تواس میں وصایایے تملیک ہیں یاوصایائے قربت کوئی وصیت ایسی نہیں جوفی نفسہٖ ان دونوں سے خالی ہو تو وجہ مذکورسے اس کے بطلان پراستدلال باطل وعاطل هکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (ایسے ہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کامالک ہے۔ت)

جواب سوال ہفتم:اوصیاء کابعض وصایا بجانہ لانا وصیت میں کیاخلل ڈال سکتاہے تنفیذ وصیت حق موصی لہ یاصرف حق موصی ہے اور وہ ان کے گناہ سے بری۔

قال اللہ تعالٰی "فَمَنۡۢ بَدَّلَهٗ بَعۡدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثۡمُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: توجووصیت کوسن سناکربدل دے اس کاگناہ انہیں بدلنے

[50] الفتاوی الهندیة کتاب الوصایا الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۶ /۱۱۳

[51] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیة للاقارب وغیرہم داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۴۴۱

یُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۸۱﴾ "[52]۔	والوں پر ہے بے شک اللہ سنتا جانتا ہے(ت)

جواب سوال ہشتم: ہاں بعد تجہیز و تکفین واداے دیون وانفاذ وصایا جو سہام ورثہ نابالغین کو پہنچیں گے وصی بلاوجہ شرعی ان کی بیع و تبدیل اور کسی فعل مخالف حفظ کا مجاز نہیں کہ وصی محافظ ہے نہ متلف ولہٰذا ان کی جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہے کہ اس کی بیع از قبیل حفظ ہے جبکہ یتیم کا اس میں ضرر نہ ہو اور غیر منقولہ کو ہرگز نہیں بیچ سکتا مگر چند صور استثناء میں۔

فی الهندیة، للوصی ان یبیع کل شیئ الترکة من المتاع و العروض والعقار اذا کانت الورثة صغارا اما بیع ما سوی العقار فلان ماسوی العقار یحتاج الی الحفظ و عسٰی ان یکون حفظ الثمن اَیْسَرَ و بیع العقار ایضا فی جواب الکتاب، قال شمس الائمة الحلوانی رحمه الله ماقال فی الکتاب قول السلف کذا فی فتاوی قاضی خان، وجواب المتاخرین انه انما یجوز بیع عقار الصغیر اذاکان علی المیت دین ولاوفاء له الامن ثمن العقار اویکون للصغیر حاجة الی ثمن العقار اویرغب المشتری فی شراءه بضعف القیمة وعلیه الفتوی کذا فی الکافی[53] اھ، وفی الدر	ہندیہ میں ہے وصی کو اختیار ہے کہ وہ ترکہ کی ہر شیئ کو فروخت کرے چاہے وہ اسباب وسامان کے قبیلہ سے ہو یا غیر منقول جائداد جبکہ ورثاء نابالغ ہوں۔ غیر منقولہ جائداد کے ما سوا کی بیع تو اس لئے جائز ہے کہ اس کی حفاظت کی خاطر اس کی ضرورت ہے ممکن ہے کہ ثمنوں کی حفاظت زیادہ آسان ہو اور کتاب کے حکم کے مطابق غیر منقول جائداد کی بیع بھی جائز ہے۔ شمس الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ نے کہا کہ کتاب میں جو کہا ہے وہ اسلاف کا قول ہے، یونہی فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔ اور متاخرین نے اس کا حکم یہ بیان کیا ہے کہ نابالغ کی غیر منقول جائداد کو فروخت کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جب میت پر اس قدر قرض ہو کہ وہ اس جائداد کی قیمت کے بغیر پورا نہیں ہوتا یا نابالغ کو اس جائداد کی قیمت کی محتاجی ہو یا خریدار اس جائداد کو دگنی قیمت پر خریدنے کی رغبت رکھتا ہے، فتوٰی اسی پر ہے جیسا کہ کافی میں ہے الخ، در میں ہے:

[52] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۱

[53] الفتاوٰی الهندیة کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۴۴

جاز بیعه عقار صغیر من اجنبی لامن نفسه بضعف قیمته اولنفقة الصغیر اودین المیت اووصیة مرسلة لانفاذ لها الامنه اولکونه غلاته لاتزید علی مؤنته او خوف خرابه اونقصانه اوکونه فی ید متغلب درر واشباه ملخصا قلت وهذا لو البائع وصیا لامن قبل ام اواخ فانهما لایملکان بیع العقار مطلقًا [54] الخ و فی الشامیة عن الرملی عن الخانیة فی مسئلة بیع المنقول لنسیئة ان کان یتضرربه الیتیم بان کان الاجل فاحشا لایجوزا [55] اهو الله تعالٰی اعلم۔	نابالغ کی غیر منقول جائداد کو اجنبی کے ہاتھ دُگنی قیمت پر بیچنا جائز ہے وصی خود نہیں خرید سکتا۔ یونہی نابالغ کے نفقہ یا میت کے قرض کی ادائیگی یا ایسی وصیت مطلقہ کے نفاذ کے لئے بیچنا جائز ہے جس وصیت کا نفاذ اس جائیداد کو بیچے بغیر نہیں ہو سکتا یا اس جائداد کی پیداوار اس کے اخراجات سے زیادہ نہیں یا اس جائداد کے خراب ہونے یا ناقص ہونے یا کسی جابر کے قبضہ میں چلے جانے کا خوف ہو تو بھی بیع جائز ہے، درر واشباہ (تلخیص) اور یہ تب ہے کہ بائع ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے وصی نہ ہو، کیونکہ یہ دونوں غیر منقول جائداد کو بیچنے کا مطلقًا اختیار نہیں رکھتے الخ اور شامیہ میں بحوالہ خانیہ رملی سے منقول ہے کہ منقول جائداد کی ادھار پر بیع اگر یتیم کے لئے نقصان دہ ہو بایں صورت کہ ادھار کی مدت بہت زیادہ ہو تو جائز نہیں الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رسالہ

الشرعة البهیّة فی تحدید الوصیّة (۱۳۱۷ھ)

ختم ہوا

---

[54] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۳۳۷

[55] ردالمحتار کتاب الوصایا داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۴۵۳